پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری

# جدید عالمی نظام کے لیے امریکی لائحہ عمل

ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے ہمیں ایک دردمند بھائی نے یہ وثیقہ ارسال کیا۔ یہ امریکی قومی مجلس امن کے فیصلہ پر مبنی ہے جو اس نے ۱۶ مارچ ۱۹۹۱ء کو وائس آف امریکہ سے نشر کیا۔ یہ جدید امریکی نظام کے اہم نکات کا بیان ہے۔

۱۔ مستقبل میں قیام امن کے نظام اور دیگر ممالک مثلاً" فرانس' برطانیہ' اٹلی اور روس کو شامل کیا جانا چاہیے۔

۲۔ ایران اور ترکی ایسے غیر عربی ممالک کو ان ممالک کے ساتھ مل کر کام کرنے کے لیے تیار کیا جانا چاہیے جنہوں نے ہمارے ساتھ مل کر عراق کے خلاف جنگ لڑی مثلاً" خلیجی ریاستیں' مصر' شام اور مراکش۔

۳۔ ایران اور عراق میں ہونے والے واقعات کے پیش نظر ہماری مستقبل میں سیاست یہ ہوگی کہ ایک ایسی فوج تیار کی جائے یا موجود رکھی جائے جو کسی بھی دوسری فوجی طاقت کا مقابلہ کر سکے۔ اس طرح اس منطقہ (مشرق وسطیٰ) میں طاقت کا توازن بھی قائم رہے گا لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوگا کہ کسی عرب ریاست یا ترکی یا ایران یا ایتھوپیا (حبشہ) کو (علاقہ کا پولیس مین بنا کر اسے یہ اجازت بھی دی جائے کہ وہ) امریکی مفادات کے لیے خطرہ بن سکے۔

۴۔ خلیجی ریاستوں کی دفاعی طاقت (نہ کہ جنگی صلاحیت) کو بہتر بنایا جائے اور یہاں فوجی خدمات کو لازمی بنایا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ملحوظ رکھا جائے کہ ان ریاستوں کے ہمسایہ ممالک میں سے کسی کو بھی فوجی اعتبار سے اس قدر طاقتور نہ بننے دیا جائے کہ وہ ان پر حملہ آور ہو سکے۔

۵۔ جارحانہ اور مکمل تباہ کن جنگی ساز وسامان کی فروخت عربی اور اسلامی ممالک کے لیے بند کر دی جائے۔

۶۔ اگر کسی خاص ضرورت کے تحت اس (مذکورہ بالا) قسم کا اسلحہ ان ممالک کو فروخت

کرنا ہی پڑے تو درج ذیل امور کو مد نظر رکھنا ہو گا۔

(ا) ایسا اسلحہ زیادہ مقدار میں نہ دیا جائے۔

(۲) اس قسم کا اسلحہ نہ دیا جائے جو تیزی کے ساتھ حرکت میں لایا جا سکے یا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکے۔

(۳) فاضل پرزہ جات پوری مقدار میں نہ دیے جائیں۔

(۴) اس اسلحہ کا سودا پانچ عرب ریاستوں (غالباً" سعودی عرب' عرب امارات' شام' مصر اور مراکش) کی نگرانی میں کیا جائے۔

(۵) بعض مخصوص اقسام کا اسلحہ فروخت نہ کیا جائے بلکہ کرایہ پر دیا جائے۔

۷۔ شام' مصر اور بعض دوسری چھوٹی غیر عرب ریاستوں مثلاً" ایران' ترکی اور ایتھوپیا کی معمولی نمائندگی کے اشتراک سے ایک مشترکہ امن فوج تیار کی جائے۔

۸۔ خلیجی ریاستوں کی دولت جو ان پر حملوں کا سبب بنی ہوئی ہے' کی مناسب تقسیم ایک بینک برائے تعمیر کے ذریعے عمل میں لائی جائے گی مگر اس بینک کی اصل پالیسی امریکہ' برطانیہ اور فرانس وضع کریں گے۔ اس بینک کی نمایاں ترجیحات یہ ہوں گی۔

(ا) مشترکہ امن فوج کا کنٹرول سنبھالنا

(۲) ایسے ممالک میں بڑے منصوبوں کی تعمیر و تکمیل کے لیے فنڈ مہیا کرنا جو (مذکورہ بالا) مشترکہ فوج کے معاون ہوں مثلاً" شام۔

(۳) اسی طرح ان بعض غیر عرب ممالک میں ایسے منصوبوں کی تکمیل کے لیے فنڈز مہیا کرنا جو اس منطقہ میں امن کے لیے بڑا رول ادا کر سکتے ہیں مثلاً" ایران' ترکی اور حبشہ۔

(۴) بعض غیر اہم اور غریب حکومتوں مثلاً" یمن' تیونس اور سوڈان کی مالی معاونت کرنا' البتہ ان حکومتوں کی اس طرح مدد کرتے وقت ان باتوں کو زیر غور رکھنا ہو گا۔

(ا) یہ مالی مدد صرف معمولی قسم کی تعمیر و ترقی کے لیے ہو۔

(ب) اس کے بدلے ان سے مضبوط تعلقات کی استواری کی توقع کرنا۔

(ج) اس مالی مدد کا مقصد ان حکومتوں سے امریکی پالیسی کی ہمنوائی کرانا ہو گا۔

۹۔ تمام عرب ملکوں کے ایسے حکومتی نظاموں کو تبدیل کرنا جو امریکی پالیسی سے مطابقت نہ رکھتے ہوں' اس منصوبہ کی بعض تفصیلات یوں ہوں گی۔

الف۔ خلیجی ریاستیں : ان ریاستوں کے حکومتی نظام میں رد و بدل کی کوئی ضرورت

نہیں کیونکہ یہ ہمیشہ امریکی پالیسی کی پرجوش حامی رہی ہیں اور رہیں گی۔ ان کے اس حکومتی نظام کو باقی رکھنا ہی امریکی مفادات کا تحفظ ہے۔ البتہ یہ کوششیں جاری رکھی جائیں کہ ان ریاستوں میں زمام اقتدار ایسے افراد کے ہاتھوں میں آئے جو مغرب کے تعلیم یافتہ ہیں اور ایسی کوششیں بھی کی جائیں جن کی بدولت ان ریاستوں کی مذہبی ثقافت کو بدل دیا جائے۔

ب۔ **دیگر ممالک** : (۱) **شام**: شام کے حکمران حافظ الاسد ہمیں قبول ہیں۔ انہیں اس منطقہ میں کام کرنے کا موقع دیا جانا چاہیے۔ شام کو ترقی کے اس مقام پر لے جانا چاہیے جو حافظ الاسد کو اس خطہ کا مرد آہن بنا سکے کیونکہ انہوں نے (عراق کے خلاف جنگ میں) عملاً ثابت کر دیا ہے کہ ان پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

(۲) **مصر**: اگرچہ مصر کی موجودہ قیادت نے (امریکی پالیسی کے اتباع میں) صحیح اور قابل قبول رویہ اختیار کیا لیکن یہ حکومت مصری رائے عامہ کو کنٹرول نہیں کر سکتی لہٰذا ہمیں اس کے بارے میں جدید خطوط پر سوچنا ہوگا۔ در اصل جمال عبد الناصر اور انور السادات کے دور میں آزادی رائے پر پہرہ لگا دیا گیا تھا جس کے جمہوریت پر منفی اثرات ظاہر ہوئے۔ اب ضروری ہے کہ مصر میں جمہوریت کو پھلنے پھولنے کا موقع دیا جانا چاہیے تاکہ ہر شخص آزادی کے ساتھ اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھ سکے اور اسلامیین (بنیاد پرستوں) کو راہ سے ہٹانے کا یہی ایک طریقہ ہے۔

(۳) **فلسطین اور اسلامی تحریکات** : اسلام کے بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ کو روکنے اور فلسطین کے قبضہ پر مسلمانوں کے (دینی' اخلاقی اور نفسیاتی) دباؤ کو کم کرنے کے لیے ان خطوط پر عمل پیرا ہونا ہوگا۔

☆ ..... مسلمانوں کو ان کے فروعی اختلافات میں الجھا کر ایک دوسرے سے لڑانا تاکہ وہ اپنی طاقت کا آپ مقابلہ کرتے رہیں۔ جیسے مصر کے محمد الغزالی نے اسلام میں عورت کے مقام کے موضوع کو چھیڑ کر باہمی منافرت کی جنگ کو بھڑکایا۔

☆ ..... وہ خلیجی ریاستیں جو اسلامی شریعت کے نظام پر سنجیدگی سے عمل پیرا ہیں یا اس کے نفاذ کے بارے میں غور کر رہی ہیں' ان کی حکومتوں کو تبدیل کرنا۔ جب کوئی حکومت اسلامی شریعت کا نفاذ کرے' اس کے خاتمہ کے لیے پوری کوشش کرنا' مثلاً" سعودی عرب میں شرعی حدود کا نفاذ ہے اس کے لیے ان کے بعض شیوخ کو ورغلانا اور ان کی سرگرمیوں کو معطل کرنا چاہیے۔ اس طرح تمام اسلامی تحریکات اور مظاہر پر کاری ضرب لگانا ضروری ہے۔

☆ ..... جہاں اسلامی ذہن رکھنے والی حکومتوں کے بدلنے سے ایسے شرعی قوانین سے چھٹکارا حاصل ہو جائے گا وہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہوگی کہ وہ علماء اسلام جو رائے عامہ پر اثر انداز ہو سکتے ہیں' ان کے خیالات کی عوام تک رسائی میں رکاوٹیں کھڑی کرنا ہوں گی۔

☆ ..... حساس قسم کے حکومتی اداروں میں اسلامی ذہن رکھنے والوں کو ملازمت کے مواقع نہیں ملنا چاہئیں۔ یہ پالیسی صرف خلیجی ریاستوں تک ہی محدود نہ ہوگی بلکہ اس کا دائرہ کار تمام اسلامی ریاستوں تک بڑھانا ہوگا۔ اسلامی فکر کو آگے بڑھانے والوں کو تعلیم و تربیت اور ابلاغ عامہ کے ذریعے اپنے خیالات عوام الناس تک پہنچانے سے روکنا ہوگا۔ یہی وہ طریقہ ہے جس کی بدولت اسلام کی ترویج و ترقی کے لیے کام کرنے والوں کو رائے عامہ کو متاثر کرنے کا موقع دیا جا سکتا ہے۔ مثلاً" عبد العزیز' عبد الستار اور یوسف القرضاوی نے انہی ذرائع (تعلیم و تربیت اور ابلاغ عامہ) سے عوام الناس میں پذیرائی پائی۔ اسی طرح بعض عراقی کویت کی شمولیت حاصل کر کے طاقت ور بن گئے اور اسلامی فکر کی قیادت ان کے ہاتھ آگئی۔ اسی طرح سعودی عرب میں مناع القطان نے اپنے اثرات چھوڑے ہیں۔

☆ ..... اسلامیین کو (ان کے اپنے ممالک میں بھی) اقتصادی اور اجتماعی معاملات میں نمایاں مقام پیدا کرنے سے باز رکھنا ہوگا ورنہ وہ ان کے توسط سے اپنے ممالک سے باہر بھی اثر انداز ہوں گے۔

۱۰۔ بہت ہی قابل توجہ معاملہ عرب اور مسلمان ممالک سے افرادی قوت کا خلیجی ریاست میں آنے کا ہے۔ اس کا روکنا نہایت ضروری ہے۔ ان کے مقابل افرادی قوت کا سری لنکا' فلپائن اور تھائی لینڈ سے لانا ضروری ہے کیونکہ ان ممالک سے لائی گئی غیر مسلم افرادی قوت اسلامی اعتقادات اور اقدار پر منفی اثرات چھوڑے گی۔ اگر ان تین ملکوں کی افرادی قوت ضرورت کا معیار یا مقدار پوری کرنے سے قاصر ہو اور دیگر ممالک (اسلامیہ اور عربیہ) سے لوگ منگوانا ہی پڑیں تو پھر یہ ملحوظ رکھنا ہوگا کہ وہ پاکستان یا بنگلہ دیش سے نہ ہوں۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے ضروری ہو گیا ہے کہ دیگر (غیر مسلم) ممالک سے رابطہ رکھا جائے۔ (تا کہ بوقت ضرورت وہاں سے افراد بلائے جا سکیں)

۱۱۔ ضروری ہو گیا ہے کہ (مسلم ممالک کے) نظام تعلیم اور ثقافت کو تبدیل کیا جائے اور ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگراموں کا وقت بڑھایا جائے۔

۱۲۔ اسلامی اور دینی جماعتوں مثلاً" سلفی اور اخوانی کے مابین اختلافات کی حوصلہ افزائی کر

کے انہیں زیادہ بڑھایا جائے۔

۱۳۔ اسلامی فکر و کردار رکھنے والی حکومتوں بشمول پاکستان اور سوڈان کو پسماندگی اور مشکلات کا شکار رہنے دیا جائے۔

امریکی قومی مجلس امن کا یہ ۱۳ نکات پر مشتمل نئے عالمی نظام کا منصوبہ کس قدر جامع ہے؟ کتنی ژرف نگاہی اور مطالعاتی کاوشوں کے بعد تیار کیا گیا ہے؟ کتنا قابل عمل، عالم اسلام کی دشمنی میں کس قدر چابک دست ہے؟ اور کس قدر واضح حکمت عملی رکھنے والا ہے؟ اس کا اندازہ تو ہم میں سے ہر ایک نے اس کے ترجمہ سے کر ہی لیا ہو گا بشرطیکہ ہماری سوچ و فکر کے سوتے بالکل ہی خشک نہ ہو گئے ہوں اور ہماری رگ حمیت نے پھڑکنا بالکل ہی نہ چھوڑ دیا ہو یا امریکی دیو استبداد کے سامنے ہماری مرعوبیت احساس کمتری کی تمام حدود کو پھاند نہ چکی ہو اور ہم مکمل طور پر اپنی بردباری پر رضامند نہ ہوئے ہوں۔ البتہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے ہم اس کے اہم نکات کی طرف اشارہ کرتے جاتے ہیں۔

(۱) امریکہ کو اس نئے عالمی نظام کے نفاذ کے لیے کفر کے ملت واحدہ ہونے پر یقین ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ یہاں کسی غیر مسلم ملک کے لیے امریکہ نے نہ کسی خطرہ کا امکان ظاہر کیا ہے نہ کسی کے خلاف خطرہ کی منصوبہ بندی کی ہے۔ بلکہ اس کی ابتداء ہی اس سے کی ہے کہ اس منصوبہ کے تحت مستقبل میں قائم ہونے والے امن میں فرانس، برطانیہ، اٹلی اور روس کو بھی شامل کیا جائے۔ اگر کفر اپنے تمام جغرافیائی، سیاسی، اقتصادی اور نسلی اختلافات کے باوجود مسلمانوں کے خلاف ملت واحدہ ہے تو کیا ایک اللہ، ایک رسول ﷺ، ایک قرآن اور ایک کعبہ کو ماننے والے مسلمان کفر کے خلاف ایک امت نہیں بن سکتے؟ آخر اغیار کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کا شکار ہو کر وہ کب تک آپس میں ہی دست و گریباں رہیں گے؟ ان کے بھول پن اور سادگی بلکہ نادانی کا سلسلہ کب ختم ہو گا اور گم گشتہ مومنانہ فراست جو ان کی اصل متاع گرانمایہ ہے، انہیں کب واپس ملے گی؟ یہ کب اپنی ہی عقل سے اپنا نفع و نقصان سوچیں گے؟ اور اپنے ماضی اور حال پر اپنی ہی نگاہ بصیرت ڈال کر اپنے مستقبل کا خاکہ وضع کریں گے؟

(۲) امریکہ کو خلیج کی دولت اور اس کے جغرافیائی اور اقتصادی پوزیشن اس قدر عزیز ہے کہ اس کے عالمی نظام جدید کے منصوبہ کا اکثر و بیشتر اس کے گرد گھومتا نظر آتا ہے۔ اس کی حفاظت کے لیے وہ ہر قربانی دینے کو تیار ہے۔ ہر اس ملک کا دشمن ہے جو اس کی طرف میلی

آنکھ سے دیکھے اور ہر اس ملک کی مدد کے لیے آمادہ ہے جو اس کی دولت کی حفاظت کے لیے امریکہ کا معاون بنے۔ اس پر اتنا ہی دریافت کرنا کافی ہو گا کہ خلیج کی دولت عربوں اور مسلمانوں کی ہے یا امریکہ کی؟ جب اس دولت کے اصل مالک عرب اور مسلمان ہیں تو پھر امریکہ کو اس کی حفاظت کا اس قدر جنون کیوں؟

غالباً" اصل مالک اس دولت کا امریکہ ہے۔ عرب تو محض پہرہ دار ہیں۔ آپ نے اس منصوبہ کے نکتہ نمبر ۸ میں پڑھا ہو گا کہ اس خطہ کی دولت کی تقسیم بھی امریکہ اپنی مرضی سے ایک بینک برائے تعمیر و ترقی کے ذریعے کرنا چاہتا ہے۔ البتہ اس بینک کی مالیاتی پالیسی وضع کرنے میں وہ برطانیہ اور فرانس کا مشورہ لے گا جو مل کر یہ طے کریں گے کہ خلیج کی دولت میں سے کن کن ممالک کی کن کن شکلوں میں مدد کی جائے؟ امریکہ اور اس کے حواریوں کی اس سوچ وفکر بلکہ لائحہ عمل سے آپ کن نتائج کی توقع کرتے ہیں؟ میرے خیال میں جواب واضح ہے۔

(۳) خلیجی ریاستوں میں افرادی قوت کے برآمد کرنے میں بھی امریکہ اپنی پالیسی ان ریاستوں کو دے رہا ہے۔ یہاں پہلے افرادی قوت پاکستان' بنگلہ دیش' بھارت' سوڈان اور مصر فراہم کرتے ہیں مگر امریکہ کو پاکستان' بنگلہ دیش اور سوڈان کے سادہ دل مسلمانوں کی پختگی ایمان سے خطرہ ہے' وہ جانتا ہے کہ یہ افراد خلیج میں اپنی اسلامی اقدار اور معتقدات کے ساتھ آتے ہیں اور یہاں کے عوام کو بھی متاثر کرتے ہیں اور انہیں مسلم بن کر رہنے کی عملی ترغیب دیتے ہیں۔ دوسری طرف یہاں سے دولت کما کر اپنے ممالک بھیجتے ہیں تو یہ دولت وہاں کی اسلامی تحریکات کی معاونت کا ذریعہ بنتی ہے یا کم از کم ان کما کر لے جانے والے افراد کو مالی طور پر اس قدر مستحکم کر دیتی ہے کہ بھوک کے ڈر سے یا دولت کے لالچ میں امریکی پالیسیوں کی ہمنوائی نہیں کرتے بلکہ بے خوف مخالف بن جاتے ہیں۔

امریکہ ایسے افراد اور ممالک کو ان کی اسلامیت کی سزا دینے کے لیے خلیجی ریاستوں کو آمادہ کرنا چاہتا ہے کہ وہ افرادی قوت سری لنکا' تھائی لینڈ اور فلپائن سے منگوائیں۔ اس سے امریکہ دو شکار کرنا چاہتا ہے۔ ان ممالک کے کافر لوگ آکر مسلمانوں کے اسلامی عقائد و نظریات' جنہیں دولت کی تپش نے اگرچہ پگھلا دیا ہے' کو کمزور کریں گے اور ان کی دینی ثقافت کو خراب کریں گے۔ نیز یہاں سے دولت کے بہاؤ کا رخ اسلامی ممالک سے غیر مسلم ممالک کی طرف ہو جائے گا۔ نتیجتاً" اسلام کمزور اور کفر معاشی طور پر مستحکم ہو گا جو

امریکہ کی اصل غرض ہے۔

(۴) اسلحہ کی فروخت کے بارے میں امریکی پالیسی اگرچہ خلیج کی دولت کے محور پر گردش کرتی نظر آتی ہے کیونکہ وہ خلیج کا دفاع اس لیے مضبوط بنانا چاہتا ہے کہ اس کی دولت محفوظ رہے مگر وہ خلیجی ریاستوں (جو کہ مسلمان بھی ہیں) کو اس قدر مضبوط نہیں دیکھنا چاہتا کہ کل وہ امریکی امداد سے بے نیاز ہو کر اپنی دولت کی حفاظت کرنے کے قابل ہو جائیں۔ لہٰذا وہ انہیں بھی صرف دفاعی قسم کا اسلحہ برآمد کرے گا اور وہ بھی غیر مکمل۔ اگر آپ اس منصوبہ کے نکتہ ۳ اور ۴ کو دیکھیں تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ امریکہ کی اسلحہ پالیسی دراصل امت مسلمہ کو کمزور کرنے اور غیر مسلم ممالک کو طاقتور بنانے پر مبنی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ مسلمان ممالک زیادہ سے زیادہ اپنے دفاع کے اہل ہوں اور وہ بھی ایسے ممالک جو امریکی نظام جدید کے ہم نوا بلکہ مبلغ بن کر رہنے کا عہد کریں اور عملی ثبوت بھی دیں۔ رہے باقی مسلم ممالک تو انہیں امریکہ اپنا دشمن گردانتا ہے۔ لہٰذا انہیں دفاعی طور پر کمزور بنانا اور ان پر بوقت ضرورت ضرب کاری لگانا اپنا حق سمجھتا ہے۔

(۵) امریکہ مسلم ممالک کی قیادت بھی اپنی مرضی اور منشا کی چاہے گا اور وہ ہر ناپسندیدہ قیادت کو ہٹانا اور پسندیدہ قیادت کو آگے لانا چاہتا ہے۔ اس پسندیدگی اور ناپسندیدگی کا معیار امریکہ متعین کرے گا۔ گویا کسی بھی مسلم ملک کے عوام کو یہ حق نہیں کہ اپنی مرضی کی قیادت بذریعہ استصواب رائے یا بذریعہ مشاورت اہل علم وخبر آگے لائیں۔ بلکہ انہیں امریکی پسند وناپسند کو ملحوظ خاطر رکھنا ہوگا۔ اس سلسلہ میں امریکہ ان افراد کو قیادت کے لیے بہتر سمجھتا ہے جو مغرب کے تعلیم یافتہ ہوں یا امریکہ پالیسی کے فریفتگان میں سے ہوں۔ کسی اسلامی سوچ وفکر کے حامل غیرت مند مسلمان کو یہ حق نہیں ملنا چاہیے جیسا کہ الجزائر میں اسلامک سالویشن پارٹی کا حشر ہوا ہے جس کے غیور افراد واضح عوامی تائید کے باوجود جیلوں میں ہیں۔

☆ ـــــ اگر امریکی منصوبہ کی شق ۹ جو اس منصوبہ کی طویل ترین شق ہے' پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ امریکی پسندیدگی و ناپسندیدگی کی ترجیحات بالکل واضح ہیں۔ اسے خلیجی ریاستوں متحدہ عرب امارات' عمان' بحرین' قطر' کویت اور سعودی عرب کی وفا پر تو کوئی شک وشبہ ہی نہیں' اسے حافظ الاسد جیسا مرد آہن بھی چاہیے مگر مصری قیادت وفاداری میں استواری کے باوجود قابل قبول نہیں کیونکہ وہ اسلامی تحریکات کو کچلنے میں ناکام رہی ہے۔

اصل میں امریکہ کو صرف اسلامی تحریکات اور اسلامی فکر کے حامل افراد کا ڈر ہر وقت لگا رہتا ہے۔ اس کی ساری منصوبہ بندی اور کاوش کو اگر کسی ایک نکتہ پر مرتکز کیا جا سکتا ہے تو وہ امریکہ کی اسلام دشمنی ہے۔ وہ اسلام اور اسلام کے نفاذ کی تمام کوششوں کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ اس کی خاطر وہ بڑی عیارانہ پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ اس پالیسی کے نمایاں پہلو یہ ہیں:

۱۔ مسلمانوں میں گروپ بندی اور فرقہ واریت کے ذریعے داخلی انتشار پیدا کرنا اور انہیں آپس میں دست و گریباں کر کے ان کی قوت کو ختم کرنا، ایسے سکالرز کی حوصلہ افزائی کرنا جو مسلمانوں میں انتشار کو ہوا دینے کی اہلیت رکھتے ہوں۔

۲۔ ان ممالک کی حوصلہ شکنی کرنا جن میں اسلامی حدود نافذ ہوں یا وہ کرنے والے ہوں۔

۳۔ اسلامی تحریکات کے محرکین کے لیے مشکلات پیدا کرنا، ان پر ابلاغ عامہ کے دروازے بند کرنا، انہیں مالی اور معاشی پریشانیوں کا شکار کرنا تا کہ ان کی توجہ ان کے اصل کام یعنی ترویج اسلام سے ہٹ کر فکر معاش میں کھو جائے، ایسے افراد کو حساس حکومتی عہدوں پر متمکن نہ ہونے دینا۔

(۶) امریکی منصوبہ کی آخری شق، غالباً" امریکی کرب کی سب سے واضح صورت، میں پاکستان اور سوڈان ایسے ممالک کو بطور سزا مالی امداد اور جنگی ساز وسامان نہ دینے پر مشتمل ہے کیونکہ ان کا جرم یہ ہے کہ وہ اسلامی سوچ رکھتے ہیں اور یہاں کے عوام ملک میں اسلام کی حکمرانی چاہتے ہیں۔ امریکہ چاہتا ہے کہ یہ ممالک معاشی پسماندگی اور بھوک کا شکار ہیں۔ نہ ان کے عوام فارغ البال ہوں اور نہ اسلامی تحریکات کے لیے سوچ سکیں، نہ وقت نکال سکیں۔

☆ ---- سارے امریکی منصوبہ پر طائرانہ نظر ڈالیں تو اس میں پسندیدہ ممالک خلیجی ریاستیں ہیں۔ غالباً" اپنی دولت کی وجہ سے جو امریکہ کا مطمع نظر ہے۔ قابل قبول ایران، شام، مصر اور حبشہ ہیں کیونکہ وہ امریکہ کے لیے خلیجی دولت کی حفاظت میں اس کے معاون بنے ہوئے ہیں۔ ناپسندیدہ پاکستان، بنگلہ دیش، الجزائر، لیبیا اور سوڈان ہیں کیونکہ یہاں اسلامی تحریکیں موثر ہیں اور امریکہ کے لیے خطرہ ہیں۔

(روزنامہ جنگ لاہور ۲۵ جولائی ۹۲ء)